# شکیب جلالی کے کلام کا فکری و فنی جائزہ

(Intellectual & Technical Review of Shakeb Jalali's Verse)

**DOI:**https://doi.org/**10.54692/**nooretahqeeq.**2024.08011987**

ڈاکٹر محبوب احمد

Dr. Mahboob Ahmad
Lecturer, Department of Urdu
Govt. Islamia Graduate College, Faisalabad

ڈاکٹر سدھیر احمد

Dr. Sudheer Ahmed
Assistant Professor, Department of Urdu
Govt. College Balakot

**Abstract:**

*Shakeb Jalali is the representative poet of the present age. He is mainly a ghazal poet. After independence, it seemed that Urdu ghazal would die but Shakeb is one of the poets who gave new life to it. He uses contemporary themes which make most of his poems famous like proverbs. He had a short life span but he gave ghazal a new form. He is convinced to explain big topics with great simplicity. He spent all his life in depression; even then the element of despair is less visible in his verse. His ghazals are a great asset of Urdu poetry which would influence the readers forever. His verse is based on innovation presenting an entirely new style. He was convinced to describe his experiences, observations, conditions and internal events with truth and authenticity instead of deception, deceit, and lies. His individuality distinguishes him from the poets of his era through his verse that is intellectually and technically different and the new generation seems to be influenced by it. This article analyses Shakeb's verse in terms of technique and intellect.*

**Keywords:**

Shakeb Jalali, Urdu Poetry, Urdu Ghazal, Modern Urdu Poetry, Modern Urdu Ghazal, Modernism, Contemporary Themes of Urdu Ghazal, Treatment of Nature.

عہدِ حاضر کے شاعر شکیب جلالی نے اپنے عہد کے تہذیبی و سماجی رویوں کو اپنی شاعری کا مقصد بنایا۔ ان کا شمار اردو غزل کے صفِ اوّل کے شعرا میں ہوتا ہے۔ انھوں نے اُردو غزل کو فکری اور فنی اعتبار سے بہت زیادہ وسعت دی۔

ان کے کلام میں فکری و فنی شعور کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا ہے۔ انھوں نے زندگی کے ہر پہلو کو عمیق نظری سے دیکھا اور اپنے اِس مشاہدے کو غزل کا موضوع بنایا۔ جس کی وجہ سے اُن کے کلام میں ندرت کا احساس جابجا ملتا ہے۔ انھوں نے اپنی زندگی رنج والم، اداسی اور بے بسی میں بسر کی۔ اِس کے باوجود ان کی شاعری میں رجائیت کا عنصر جابجا دکھائی دیتا ہے۔ ذوالفقار احسن لکھتے ہیں:

> ”شکیب جلالی نے روایتی غزل سے انحراف کرتے ہوئے غزل کے دامن کو نہ صرف کشادہ کیا بلکہ کئی ایسے الفاظ کو بھی اپنے ساتھ لے آئے جو اب تک سمجھا جاتا رہا تھا کہ یہ الفاظ غزل میں کیونکر سما سکتے ہیں۔ اوس، پتوار، چھتنار، چٹان، بیل، بطخ، گھاٹی، انگیٹھی، تتلی، پڑوسی، گلدان، روشندان، گھاس، جزیرہ، طناب، خیمہ، شال، پرندہ اور ایسے ہی بہت سی لفظیات کو اس طور غزل میں لے کر آیا ہے کہ اس سے رنگِ تغزل بھی مجروح نہیں ہوا اور نہ ہی غزل میں کوئی اجنبیت نام کی کوئی چیز پیدا ہوئی اور معنوی اعتبار سے بھی کلام بلند مرتبہ ہوا۔“(۱)

شکیب جلالی کی شاعری کو عام طور پر غم والم کے حوالے سے دیکھا جاتا ہے لیکن اس نے زندگی کے نشیب و فراز کے ساتھ ساتھ دنیا سے بھی پیار کیا۔ اس کو کائنات سے بے پناہ محبت ہے اور یہی محبت اُن کے کلام میں نظر آتی ہے۔ ان کا اپنا ایک خاص اُسلوب ہے جو کہ شعرا ٔ ادب کو متاثر کرتا ہے۔ اس میں دُکھ اور کرب ہی نہیں بلکہ ان میں جینے کا حوصلہ اور آگے بڑھنے کا حوصلہ کلام میں نمایاں نظر آتا ہے۔ اس ضمن میں پروفیسر ریاض احمد شاد لکھتے ہیں:

> ”شکیب کی شاعری میں مصائب کی یلغار کے باوجود بنیادی رجحان رنج و الم کا نہیں بلکہ شکیب کی توانائی اور دم خم کا ہے۔ اس میں اس قدر کس بل ہے کہ وہ خود ڈوبتے ہوئے یعنی زندہ و سلامت لوگوں کو اس منظر کو دیکھنے کا حوصلہ دے رہا ہوتا ہے۔ اگر وہ دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے تو رحم کی بھیک نہیں مانگ رہا وہ تو آپ سے اپنی ہمت کی داد چاہتا ہے۔“(۲)

شکیب جلالی لکھتے ہیں:

کتنے طوفان اُٹھے کتنے ستارے ٹوٹے
پھر بھی ڈوبا نہیں اب تک دل بیدار یہاں(۳)

جہاں شجر پہ لگا تھا تیر کا زخم شکیب

وہیں پہ دیکھ لے کونپل نئی نکلنے لگی(۴)

ٹھوکر سے میرا پاؤں تو زخمی ہوا ضرور
رستے میں جو کھڑا تھا وہ کہسار ہٹ گیا(۵)

شکیب جلالی رجائیت کا پہلو صرف اپنے لیے نہیں ہے بلکہ وہ اپنے طرب کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی خوش دیکھنا چاہتے ہیں وہ خود بھی جینا چاہتے ہیں اور دوسروں کی زندگی کے بھی خواہش مند ہیں۔ ان کی زندگی کے صرف ایک رخ کو دیکھنا یہ اُن کے ساتھ انصاف نہیں ہے ان کی شاعری میں اگرچہ غم کا عنصر بھی نمایاں دیکھنے کو ملتا ہے لیکن ان کے غم میں اجتماعی عنصر پایا جاتا ہے۔ اقبال منہاس لکھتے ہیں:

"کسمپرسی کے اس دور میں شکیب نے غزل میں کامیاب تجزیے کیے اور اس کا تروتازہ ذہن ایسے اشعار کی تخلیق میں کامیاب رہا جن کا آج کے جیتے جاگتے انسان کی روزمرہ زندگی اور اس کی داخلی اور خارجی مسائل سے گہرا ربط وضبط ہے۔"(۶)

رہتے ہیں کچھ ملول سے چہرے پڑوس میں
اتنا نہ تیز کیجیے ڈھولک کی تھاپ کو(۷)

میں اسے شریک سفر کرلیا شکیب
اپنی طرح سے چاند جو بے گھر لگا مجھے(۸)

شکیب جلالی کو بچپن سے ہی دکھوں اور غموں نے گھیر لیا۔ وہ بچپن سے ہی باپ کی محبت سے مرحوم ہوگئے اور پھر والدہ کی موت نے ان کے زخموں کو مزید گہرا کر دیا، مسلسل کرب اور اذیت نے ان کو اندر سے کھوکھلا کر دیا تھا۔ ان کے کرب اور ان کے کلام کے بارے میں ذوالفقار احسن لکھتے ہیں:

"شکیب جلالی کی شاعری میں رجائیت کے پہلو کو قارئین سمیت ناقدین نے بھی ہمیشہ نظر انداز کر کے صرف اس کے رستے ہوئے ناسوروں کو کریدنے کی کوشش کی ہے اور اس کے ذاتی حالات اس کی ذاتی پریشانیوں کو اس کی شاعری میں ڈھونڈنے کا کام کیا ہے اگر قاری پہلے ہی سے ایک ذہن بنائے کہ میں نے شکیب کی شاعری میں اس کی موت کا اعلامیہ تلاش کرنا ہے تو وہ اپنے مقصد میں تو کامیاب ہو جائے گا مگر اس کے ساتھ وہ کئی دیگر موضوعات کو یکسر نظر انداز کرتا چلے جائے گا۔"(۹)

شکیب جلالی نے اردو غزل کو نئی نئی تراکیب اور الفاظ عطا کیے۔ انھوں نے اپنے کلام میں روایت کے ساتھ جدیدیت کو بھی برقرار رکھا اس طرح ان کا کلام قدیم اور جدید رنگ کا ایک حسین پرتو ہے۔ وہ فطرت شناس تھے اور فطرت سے اُن کو بے جا لگاؤ تھا۔ وہ اپنے کلام میں فرسودہ لفظیات کے قائل نہ تھے:

شکیب اپنے تعارف کے لیے یہ بات کافی ہے ہم اس سے
بچ کے چلتے ہیں جو رستہ عام ہو جائے(۱۰)

شکیب جلالی کم سن عمری میں ہی ایک اُبھرتے شاعر تھے جس نے اُردو غزل کو نئے نئے موضوعات اور فنی اعتبار سے پختگی عطا کی وہ بڑے بڑے موضوعات کو اختصار کے ساتھ بیان کر جاتے تھے ان کی غزل پر یہی فکری و فنی دسترس کی وجہ سے بعض شعرا ان کو حسد کی نگاہ سے دیکھتے تھے ان کا لفظ لفظ قاری کو متاثر کرتا ہے۔ ایک طرف فکری اعتبار سے اُن کا کلام نمایاں تھا تو دوسری طرف ان کا کلام فنی اعتبار سے بھی کمال کی بلندی پر تھا وہ علم بیان اور صنعتوں کا استعمال کلام میں بڑی خوبصورتی سے کرتے تھے۔ اعجاز خاور لکھتے ہیں:

”شکیب کے کلام میں اکثر مقامات پر یہ احساس ہو جاتا ہے کہ چند مخصوص استعارے یا تشبیہات ایسی ہیں جو اُس کی ذات کا حصہ رہی ہیں۔ اُن میں سب سے نمایاں استعارہ ”روشنی“ کا ہے جو کبھی چاند، کبھی سورج، کبھی ستاروں اور کبھی دیدہ بینا سے پھوٹنے والی چمک کے پیرائے میں جگہ جگہ دکھائی دیتا ہے اور اتنا ہی ہمہ گیر اور وسیع ہے۔ جتنی خود روشنی، جس کی پہلی کرن ازل کے ہاتھ میں ہے اور آخری ابد کے گریبان میں جو کبھی ڈوب جاتی ہے اور کبھی اُمید کی نئی کرن بن کر آنے والی صبح کا پیغام دیتی ہے۔“(۱۱)

شکیب جلالی لکھتے ہیں:

دل سا انمول رتن کون خریدے گا شکیب
جب بکے گا تو یہ بے دام ہی بک جائے گا(۱۲)

گزری ہے بار بار مرے سر سے موج خشک
اُبھرا ہوں ڈوب ڈوب کے تصویر آب میں(۱۳)

ہر تخلیق کار اپنے کلام کو نئے نئے موضوعات سے آراستہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس کا کلام موضوعات کی رنگارنگی کا باعث بنے اگرچہ شکیب جلالی نے اپنی زندگی میں دکھوں کے اسیر رہے لیکن اِس کے باوجود ان کے کلام میں حقیقت پسندی خواہشات کا انبار، عشق، خواب وخیال، محبت کی چاشنی، اجتماعی کرب، انسانی جذبات، سماجی اور سیاسی موضوعات، فطرت سے محبت، مایوسی وناامیدی، زندگی سے بیزاری، وطن سے محبت، خوف تنہائی الغرض ان کا کلام

موضوعات کی وسعت کا باعث ہے۔ شمس الرحمٰن فاروقی لکھتے ہیں:

''شکیب جلالی کے کلام کو پڑھیں تو ہمیں جگہ جگہ ایسے شعر نظر آتے ہیں جو ضرب المثل کی حد تک مانوس ہو چکے ہیں اور نئی شاعری کی پہچان بیان کرنے کے لیے اکثر مذکور ہوتے ہیں۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ شکیب جلالی کے سوا کوئی جدید شاعر نہیں جس نے اتنی کم عمر پائی ہو اور جس کا کلام اتنا مختصر ہو لیکن اس میں جامعیت ہو۔''(۱۴)

فکر و فن آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ ان دونوں کے بغیر تخلیق کار اچھا کلام تخلیق نہیں کر سکتا اور یہ بات بہت ضروری ہے کہ تخلیق کار فن کے ساتھ فکر پر بھی کامل دسترس رکھتا ہو شکیب جلالی کا کلام فکر اور فن کا حسین امتزاج ہے۔ پروفیسر ملک جاوید عباس لکھتے ہیں:

''شکیب جلالی ایک نازک اور حساس شاعر تھا۔ ان کی غزل میں نازک خیال اور حساسیت کا احساس بے حد نمایاں تھا۔ چھوٹی چھوٹی چیزوں چھوٹے چھوٹے واقعات سے بڑے بڑے واقعات اور بڑے بڑے نتائج کی نشاندہی شکیب کا کمال ہے ان کے اکثر اشعار بے حد آسان لیکن بے حد وزن دار اور قابلِ ذکر ہیں۔''(۱۵)

اور شکیب لکھتے ہیں:

خموشی بول اُٹھے ہر نظر پیغام ہو جائے
یہ سناٹا اگر حد سے بڑے کہرام ہو جائے(۱۶)

سائے میں جان پڑ گئی دیکھا جو غور سے
مخصوص یہ کہاں ہے اہل نظر کے ساتھ(۱۷)

شکیب جلالی کو لفظیات پر کامل دسترس ہے اور وہ ان لفظوں کو بیان کرنے کے بھی بڑے ہنر مند ہیں۔ ان کے کلام میں تشبیہ، استعارہ کنایہ، مجازِ مرسل، الفاظ و تراکیب، صنعتیں تلمیحات، علامات، چھوٹی اور طویل بحریں تمثیل، لفظی اور معنوی توڑ جوڑ۔ الغرض وہ اپنے خیال کو جیسے چاہتے ہیں ویسے ہی ہنر مندی اور مہارت سے بیان کرتے ہیں:

کیا کچھ نہ کیا خود کو چھپانے کے واسطے
عریانیوں کو اوڑھ لیا شال کی طرح(۱۸)

وہی جھکی ہوئیں بیلیں وہی دریچہ تھا
مگر وہ پھول سا چہرہ نظر نہ آتا تھا(۱۹)

کسی کا جسم اگر چھولیا خیال میں بھی
تو پور پور مری مثل شمع جلنے لگے(۲۰)

شکیب جلالی شعری محاسن کا مکمل ادراک رکھتے تھے۔ اس سے اُن کے کلام کو پختگی اور بلندی ملی۔ وہ کلام کو خوب صورت بنانے اور خیال کو خوب صورتی سے پیش کرنے کے لیے وہ فنی محاسن کر بڑی خوبصورتی سے برتتے ہیں۔ مختلف مناظر فطرت کو کلام میں بیان کرنا شکیب جلالی اہم وصف ہے وہ اپنی شاعری میں نیچر کی بھرپور نمائندگی کرتے ہیں ان کی شاعری میں، ندی، دریا، پہاڑ سورج، ستارے، چاند، دن، رات جنگل، دشت، ابر، شمع، پھول، پیڑ، کشتی اور دیگر مناظر فطرت ان کے کلام میں جابجا ملتے ہیں اور ان کا قلم بے روک ٹوک چلتا ہے وہ زندگی کی خوبیوں اور خامیوں کا بیان کلام میں برملا کرتے ہیں۔

عصر حاضر کے مشینی دور نے انسان کو انسان سے جدا کر دیا۔ یہ جدائی اس قدر وسعت پذیر ثابت ہوئی کہ آج کا انسان اس سے مکمل طور پر دوچار ہے تنہائی کے اس کرب کا شکار شکیب جلالی بھی ہیں اور وہ اس بھری دنیا میں اپنے آپ کو مکمل طور پر تنہا محسوس کرتے ہیں۔ وہ احساس تنہائی کے سمندر میں مکمل طور پر بھیگے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ تنہائی کا یہ پہلو اُن کو ہر وقت اذیت سے دوچار رکھتا ہے۔ وہ احساس تنہائی کے اس لبادے کو اتارنے کے شدید خواہش مند تھے اور بالآخر انھوں نے موت کی صورت میں اس احساس کو پاش پاش کر دیا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر انور سدید یوں رقم طراز ہیں:

> ”شکیب جلالی کا داخلی تحرک گردوپیش کی اشیا اور مظاہر کو نئی ترتیب دیتا ہے اور فطرت اُن کے اظہار کے لیے نئے استعارے اور علامتیں فراہم کرتی ہے۔ انھوں نے زندگی کی وسعتوں کو اس چابک دستی سے سمیٹ کر حدودِ وقت سے آگے نکل جانا مشکل نہ رہا۔“(۲۱)

شکیب جلالی لکھتے ہیں:

میں گھٹا ہوں، نہ پون ہوں نہ چراغ
ہم نشین میرا کوئی ہوتا(۲۲)

جہاں تلک بھی یہ صحرا دکھائی دیتا ہے
مری طرح اکیلا دکھائی دیتا ہے(۲۳)

شکیب جلالی ایک فطری شاعر تھے ان کا مشاہدہ فطرت بہت زیادہ وسیع ان کے احساسات وجذبات میں کرب اور ظرف کا ایک حسین ملاپ ہے جو کہ داخلیت پر مبنی ہے وہ بہت ہنرمندی سے چھوٹی بحروں اور الفاظ کا چناؤ کرتے ہیں۔

جس سے ان کے کلام میں سادگی اور سلاست کا عنصر نمایاں پایا جاتا ہے۔ اُن کا اُسلوب عام فہم اور دلنشیں ہے۔ ان کے کلام میں دقیق اور ثقیل الفاظ نہیں ملتے وہ بناوٹ، تکلف اور نمود و نمائش سے کام نہیں لیتے بلکہ اپنے دل کی بات عام فہم الفاظ کے ذریعے شعری قالب میں ڈھال دیتے ہیں۔ اس لیے ان کے فکر و فن میں ایک اعتدال دکھائی دیتا ہے۔ ارشاد محمود ناشاد لکھتے ہیں:

> "شکیب جلالی جدید غزل کے منظرنامے پر ایک ایسے منفرد شاعر کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں جنہوں نے داخلیت اور خارجیت کے امتزاج سے اپنے عہد کو بہ تمام و کمال عکس انداز کیا ہے۔ جدید غزل میں پیکر تراشی اور تمثال کاری کے رجحان کو فروغ دینے والوں میں شکیب کا نام مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔" (۲۴)

اور شکیب جلالی لکھتے ہیں:

یہ ایک ابر کا ٹکڑا کہاں کہاں برسے
تمام دشت ہی پیاسا دکھائی دیتا ہے (۲۵)

خزاں کے چاند نے پوچھا یہ جھک کے کھڑکی میں
کبھی چراغ بھی جلتا ہے اس حویلی میں (۲۶)

شکیب جلالی کا کلام فنی محاسن کی پختگی کے علاوہ عصر حاضر کے سماجی و تہذیبی، اخلاقی، مذہبی اور عصر حاضر کے معاملات کا ایک عظیم ذخیرہ ہے۔ انسانی زندگی کے نشیب و فراز کا انھوں نے جاندار مطالعہ کیا اور اسے اپنے کلام کا موضوع بنایا ان کی زندگی مختصر تھی لیکن انھوں نے زندگی کے لامحدود مسائل پر روشنی ڈالی اور حیات انسانی کے عملی تجزیئے کیے۔ مشاہدات اور تجربات ملتے ہیں ان کا کلام معنویت اور سچائی کا اعلیٰ نمونہ ہے وہ متحرک اور فعال فکر و بصیرت کے مالک تھے۔ ان کے کلام میں فنی اعتبار سے حیاتِ انسانی کا پیکر مکمل طور پر رقص کر تا دکھائی دیتا ہے جو حقیقت کی تابانی سے روشن و منور ہے۔ ان کے تخیل میں جو بھی آیا انھوں نے اس کو لفظوں کا پیکر عطا کر دیا۔ ان کے کلام میں تفکر، تدبر، رجائیت لہجے کی چاشنی، نیچر سے محبت، زبان دانی، تسلیم و رضا اور زندہ دلی ان کے کلام کا نمایاں خاصہ ہے جو کہ قاری کو ہمیشہ متاثر کرے گی، ان کا کلام مستقبل کا ایک آئینہ ہے جو کہ آنے والے مصائب کا پرچار کر تا دکھائی دیتا ہے وہ ایک غیر معمولی شاعر تھے جو انسانی رویوں اور زندگی کی تلخیوں کا عمیق نظری سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ ان کا کلام آنے والی زندگی کا عکس ہے اور یہی ان کی شاعری کا خاصہ ہے۔ انھوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ شکیب جلالی نے اردو غزل کو نئی زندگی اور آہنگ عطا کیا ہے۔

## حوالہ جات


۱۔ ذوالفقار احسن، شکیب جلالی ایک مطالعہ، راولپنڈی: نقش گر پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء، ص:۴۱

۲۔ ریاض احمد شاد، پروفیسر، روشنی کا سفیر، مشمولہ: شکیب جلالی اور فن اور شخصیت، مرتبہ: ذوالفقار احسن، راولپنڈی: نقش گر پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء، ص:۱۷

۳۔ شکیب جلالی، روشنی اے روشنی، لکھنؤ: مکتبہ دین وادب، ۱۹۹۸ء، ص:۴۴

۴۔ ایضاً، ص:۳۱

۵۔ ایضاً، ص:۴۳

۶۔ اقبال منہاس، شکیب کی منفرد غزل، مشمولہ: شکیب جلالی اور فن اور شخصیت، مرتبہ: ذوالفقار احسن، راولپنڈی: نقش گر، پبلی کیشن، ۲۰۰۹ء، ص:۴۹

۷۔ شکیب جلالی، روشنی اے روشنی، ص:۳۶

۸۔ ایضاً، ص:۴۱

۹۔ ذوالفقار احسن، شکیب جلالی ایک مطالعہ، راولپنڈی: نقش گر پبلشرز، ۲۰۰۹ء، ص:۱۴

۱۰۔ شکیب جلالی، روشنی اے روشنی، ص:۵۵

۱۱۔ خاور اعجاز، شکیب اور چاند، مشمولہ: شکیب جلالی اور فن اور شخصیت، ص:۷۵

۱۲۔ شکیب جلالی، روشنی اے روشنی، ص:۴۷

۱۳۔ ایضاً، ص:۴۵

۱۴۔ شمس الرحمٰن فاروقی، معرفت شعر نو، مرتب: سید ارشاد حیدر، حیدر آباد: الانصار پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء، ص:۲۳۲

۱۵۔ ملک جاوید عباس، پروفیسر، شکیب جلالی ایک حساس شاعر، مشمولہ: شکیب جلالی اور فن اور شخصیت، ص:۱۳۶

۱۷۔ شکیب جلالی، روشنی اے روشنی، ص:۳۸

۱۸۔ ایضاً، ص:۳۹

۱۹۔ ایضاً، ص:۳۵

۲۰۔ ایضاً، ص:۳۲

۲۱۔ انور سدید، ڈاکٹر، اُردو ادب کی مختصر تاریخ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۱ء، ص:۴۹۹

۲۲۔ شکیب جلالی، روشنی اے روشنی، ص:۳۰

۲۳۔ ایضاً، ص:۵۳

۲۴۔ ارشد محمود ناشاد، ڈاکٹر، جدید اُردو غزل کا فنی سرافا، مشمولہ: اُردو غزل کا تکنیکی، ہیئتی اور عروضی سفر، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۸ء، ص:۲۵۷

۲۴۔ شکیب جلالی، روشنی اے روشنی، ص:۱۱

۲۵۔ ایضاً، ص:۱۴

۲۶۔ ایضاً، ص:۱۸